THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, July 29, 2013
(96th Session)
Volume VIII, No. 01
(Nos.01)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran………..	1
2.	Oath of Members Elect………………….	2
3.	Penal of Presiding Officers………………	2
4.	Leave of Absence…………………………	2
5.	Point of Order: Election of the Office of the President and Judgment of the Supreme Court and the role of Election Commission of Pakistan …………..….	3-35

Printed and Published by the *Senate Secretariat, Islamabad.*

Volume-VIII SP.VIII(01)/2013
No. 01 15

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, July 29, 2013

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty minutes past four in the evening with Mr. Acting Chairman (Mr. Sabir Ali Baloch) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَ
اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿٧﴾ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى
عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٨﴾
وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ ﴿٩﴾ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا
وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠﴾ هٰذَا
هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾

ترجمہ: یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ تو یہ اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر یمان لائیں گے۔ ہر جھوٹے گنہگار پر افسوس ہے (کہ) اللہ کی آیتیں اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کو سن تو لیتا ہے (مگر) پھر غرور سے ضد کرتا ہے کہ گویا ان کو سنا ہی نہیں۔ سو ایسے شخص کو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ اور جب ہماری کچھ آیتیں اسے معلوم ہوتی ہیں تو ان کی ہنسی اڑاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ ان کے سامنے دوزخ ہے۔ اور

جو کام وہ کرتے رہے کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں گے اور نہ وہی (کام آئیں گے) جن کو انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھا تھا۔ اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ یہ ہدایت (کی کتاب) ہے۔ اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں ان کو سخت قسم کا درد دینے والا عذاب ہوگا۔

(سورۃ جاثیہ آیات: 6 تا 11)

Oath of Members Elect

Mr. Acting Chairman: جزاک اللہ, I now call upon Mr. Abdur Rauf and Sardar Muhammad Yaqoob Khan Nasir, members elect, to take oath.

(Oath was taken by Mr. Abdur Rauf and Sardar Muhammad Yaqoob Khan Nasir)

(Desk Thumping)

Panel of Presiding Officers

Mr. Acting Chairman: In pursuance of sub-Rule (1) of Rule 14 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, I nominate the following members in order of precedence to form a panel of presiding officers for the 96th Session of the Senate of Pakistan.

1. Malik Muhammad Rafiq Rajwana.
2. Mrs. Nuzhat Sadiq.
3. Mr. Ahmad Hassan.

Leave of Absence

Mr. Acting Chairman: Now, we take leave applications.

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب عثمان سیف اللہ خان نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 29 جولائی کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب مشاہد حسین سید صاحب نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر حالیہ مکمل اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Acting Chairman: Now, I give the floor to Leader of the Opposition, please.

سینیٹر اعتزاز احسن (قائد حزب اختلاف): جناب چیئرمین، اگر آپ کی اجازت ہو تو رضا ربانی صاحب پہلے بول لیں ان کے بعد میں بول لوں گا۔

Mr. Acting Chairman: Yes, please.

میرا خیال ہے راجہ صاحب، آپ کو تو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق (قائد ایوان): مجھے بالکل کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

Mr. Acting Chairman: Thank you.

Point of Order:
Election of the Office of the President and Judgement of the Supreme Court and the role of the Election Commission of Pakistan

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! میں آج point of order پر اس لیے کھڑا ہوا ہوں کہ سب سے پہلے تو میں اپنے پارٹی کے دوستوں، اس ہاؤس کے ممبران، نیشنل اسمبلی کے ممبران، صوبائی اسمبلیوں کے ممبران اور بالخصوص اے این پی کے سربراہ جناب اسفند یار ولی، پاکستان مسلم لیگ (ق) کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین صاحب، بی این پی (عوامی) کے سربراہ زہری صاحب کا نہایت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے candidature for the office of the President of Pakistan میں مجھے support کیا۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ میری moral responsibility and duty ہے کہ میں on the floor of the House ان تمام دوستوں کو ان حالات سے آگاہ کروں جن کی وجہ سے مجھے ان کی مشاورت کے ساتھ یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ ہم صدارتی انتخابات کا بائیکاٹ کریں۔

جناب چیئرمین! ہم نے نہایت ہی سنجیدگی کے ساتھ اس الیکشن مہم میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا اور پارٹی کی نامزدگی کے فوراً بعد اپوزیشن کی تمام جماعتوں سے روابط کیے تاکہ اپوزیشن کا ایک مشترکہ امیدوار سامنے آسکے۔ اس اثنا میں آپ کو یاد ہوگا کہ حکومت نے پہلے ایک درخواست غالباً 20 یا 21 تاریخ کو الیکشن کمیشن میں دائر کی اور اس میں یہ استدعا کی گئی تھی کہ صدارتی الیکشن کو 6 اگست سے پہلے کیا جائے کیونکہ بہت سے ممبران کو اعتکاف میں بیٹھنا ہوگا اور بہت سے ممبران کو عمرے کے لیے بھی جانا ہوگا۔ حکومت کی اس درخواست کو الیکشن کمیشن نے رد کیا اور رد کرتے ہوئے الیکشن کمیشن نے یہ کہا کہ جو وجوہات اس درخواست میں دی گئی ہیں یہ sufficient نہیں ہیں لیکن بد قسمتی سے جس پر ہم سب کو نہایت حیرت ہوئی کیونکہ ہمارا یہ خیال تھا کہ 18ویں اور 20ویں ترمیم کے بعد الیکشن کمیشن اب مکمل طور پر آزاد ہو گیا ہے اور اپنی independence کو assert کرے گا جب اس نے اس درخواست کو رد کیا تو الیکشن کمیشن نے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ اگر سپریم کورٹ آف پاکستان نئی تاریخ کا اعلان کرتی ہے تو ہم اس کو مان لیں گے۔ یہ بات جہاں پر 18ویں اور 20ویں ترمیم کی خلاف ورزی تھی وہاں پر آئین یہ بھی کہتا ہے کہ یہ الیکشن کمیشن کی responsibility ہے، under Article 44 and 2nd schedule یہ الیکشن کمیشن کی ذمہ داری ہے کہ وہ الیکشن کی تاریخ دے گا، وہ الیکشن کا schedule دے گا اور وہ الیکشن کو صاف اور شفاف طریقے سے کرائے گا۔ مگر یہ الیکشن کمیشن کی طرف سے کیوں کہا گیا؟ 23 جولائی کو پاکستان مسلم لیگ کی جانب سے ایک petition سپریم کورٹ میں داخل کر دی گئی کہ ان ہی وجوہات کی بنیاد کے اوپر الیکشن کی تاریخ 6 اگست سے تبدیل کر کے 30 جولائی کر دی جائے۔ 24 جولائی کو ہم سب اپنے کاغذات نامزدگی پریذائیڈنگ آفیسر کے پاس اسلام آباد ہائی کورٹ میں جمع کروا رہے تھے کہ کچا پیشی کے اوپر وہ petition take up ہوئی، take up ہونے کے بعد one sided یعنی دوسرے فریقوں کو جو اس وقت تک candidates بن چکے تھے بغیر نوٹس کیے ہوئے سپریم کورٹ آف پاکستان یک طرفہ فیصلہ دیتی ہے اور الیکشن کی تاریخ 6 اگست سے تبدیل کر کے 30 جولائی کر دی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پورا schedule Supreme Court of Pakistan اپنے order کے اندر dictate کرتی ہے۔

(اس موقع پر اپوزیشن کے ممبران نے shame, shame کے نعرے لگائے)

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! میں کس کی بات مانوں۔ میں پاکستان کے آئین کی بات مانوں۔ میں Article 44 read with the 2^{nd} schedule کی بات مانوں جو کہتا ہے کہ تاریخ کا تعین، schedule اور election کا انعقاد Election Commission of Pakistan کرائے گا یا میں جس کے لیے مجھے نہایت احترام ہے، سپریم کورٹ آف پاکستان کی بات مانوں جس نے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا۔ لہذا جب ایسی صورتحال سامنے آئی اور اس کے ساتھ ساتھ جناب چیئرمین! جو بات اس ہاؤس کے خاص طور پر notice لینے کی ہے کیونکہ یہ House custodian ہے وفاق پاکستان کا، یہاں پر چاروں اکائیاں برابری کی بنیاد پر موجود ہیں، Mr. Chairman, this House represents the federation, اس فیصلے کا fallout کیا بنا۔ اس فیصلے کا fallout یہ بنا کہ جناب چیئرمین! 26 تاریخ تک تمام candidates پابند تھے کہ وہ اسلام آباد میں رہیں کیونکہ 26 تاریخ کو scrutiny تھی۔ باقی بچتے ہیں دو دن یعنی 27 اور 28 جولائی، 29 جولائی کو پھر ہمیں یہاں پر ہونا تھا کیونکہ 30 جولائی کو پولنگ تھی۔ اب دو دنوں کے اندر ایک candidate جس کے پاس حکومتی وسائل نہیں ہیں وہ پشاور بھی جائے گا، وہ کوئٹہ بھی جائے گا جہاں پر daily flights نہیں ہیں اور وہ لاہور بھی جائے گا یہ کس طرح ممکن تھا تو درحقیقت آپ نے کیا کیا ہے؟ آپ نے یہ فیصلہ لا کر، صوبائی اسمبلیوں کو secondary حیثیت میں relegate کر دیا۔ آپ نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ دوبارہ One Unite کا revival ہے۔ اسلام آباد کے جو ووٹ ہیں، پارلیمان کے جو ووٹ ہیں وہی مقدم ووٹ ہیں جبکہ آئین کے اندر جو electoral college ہے اس کے تحت صوبائی اسمبلیوں اور پارلیمان کا برابر کا درجہ ہے لیکن آپ نے اس درجے کو، صوبائی اسمبلیوں کو relegate کر دیا اور میں تو یہاں تک کہوں گا کہ آپ نے ایک breach of privilege of the provincial assemblies commit کیا کیونکہ آپ نے صوبائی اسمبلیوں کو deprive کیا اس چیز سے کہ وہ presidential candidate کو سن سکیں۔

جناب چیئرمین! آئین اس بارے میں کہتا ہے کہ صدر مملکت وہ آفس ہے who represents the federation of Pakistan. اب وہ کیسا صدر ہو گا جو اسلام آباد میں MNAs اور Senators کے ساتھ مل سکتا ہے لیکن اپنی باقی صوبائی اسمبلیوں کے پاس نہیں جا سکتا۔ وہ کس طرح

جا کر اس نے ان سے ملاقات نہیں کی۔ اپنے خیالات کا اظہار ان سے نہیں کیا۔ میں کہہ رہا تھا کہ It is a breach of privilege of the provincial assemblies as well because they have been denied the right to have access and hear the views of the candidates for the office of the President of Pakistan.

لہٰذا جب ہمارے پاس کوئی اور راستہ نہ بچا، جب یہ nexus کھل کر سامنے آ گیا کہ ایک طرف clue ملتا ہے پھر petition دائر ہوتی ہے، پھر فیصلہ آجاتا ہے تو اس سے nexus ظاہر ہو گیا اور اس nexus کے کیا 11th May implications کے اوپر پڑتے ہیں وہ بات آگے چل کر سامنے آئے گی لیکن جب ایک nexus سامنے آیا اور ہم نے یہ دیکھا کہ صوبوں اور صوبائی اسمبلیوں کو relegate کر دیا گیا ہے تو پھر ہمارے پاس کوئی اور چارہ باقی نہیں تھا۔ ہم نے اپنے democratic right کو exercise کیا۔

جناب! جمہوریت کے اندر elections ہوتے ہیں، کچھ جماعتیں elections میں حصہ لیتی ہیں، کچھ حصہ نہیں لیتیں۔ اسی طرح ہم نے اپنے democratic right کو exercise کیا تا کہ ہم صوبوں کو اس بات کا احساس دلا سکیں کہ ان کے ساتھ آج بھی پاکستان کی democratic forces کھڑی ہوئی ہیں۔ لہٰذا ہم نے اس الیکشن کا boycott کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں نے اس دن الیکشن کمشنر کو خط لکھ کر یہی وجوہات ان کے سامنے رکھ کر کہا کہ میں اپنے کاغذات نامزدگی withdraw کر رہا ہوں۔ میں نے آج یہ لازم سمجھا کیونکہ پارلیمان کا اور خصوصی طور پر اس ہاؤس کا یہ پہلا سیشن ہے اس لیے میں اپنا point of view اور اپنی explanation اپنے دوستوں اور اپنے electorate کے سامنے رکھوں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ابھی اور بھی لوگ ہیں جو بولنا چاہتے ہیں۔ اعتزاز صاحب! you should be the last one before the Leader of the House so that he could reply. ٹھیک ہے۔ جی زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ جناب چیئرمین، میں مختصر سی بات کروں گا۔ جناب! صدر کے الیکشن کا جو process شروع ہوا اور جس منطقی نتیجے پر پہنچا، اس پر ہم جیسے سیاسی کارکنوں کو حیرت ہو رہی ہے کہ اس ملک میں کیا ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک symbol of federation کو متنازعہ بنایا جا رہا ہے اور اگر وہ متنازعہ بنتا ہے تو پھر میں رضا ربانی صاحب کی اس بات کا حوالہ دیتا ہوں کہ

وہ اکائیاں جو آج تک 18th Amendment, 19th Amendment and 20th Amendment تک احساس محرومی میں مبتلا تھیں، بلوچستان میں جو کچھ ہوا اور لوگ جس طرف چلے گئے یہ سارا اس احساس محرومی کا نتیجہ تھا۔ یہ بد قسمتی ہے کہ جو اختیار پارلیمنٹ کے پاس ہے ، جو فیصلے پارلیمنٹ نے کرنے ہیں وہ کوئی اور کر رہا ہے، ہمارے ملک میں ہر ادارے میں جو بھی بندہ بیٹھتا ہے وہ dictator بن جاتا ہے، وہ چاہے Chief Justice of Supreme Court ہو، چاہے وہ ہمارے Election Commission کا فخرو بھائی ہو، چاہے اس ملک کا کوئی بھی ادارہ ہو وہ بد قسمتی سے جونہی کرسی پر بیٹھتے ہیں تو کہتے ہیں اوپر اللہ ہے، نیچے میں ہوں، نہ اس کے سامنے کوئی قانون ہے، نہ کوئی آئین ہے، نہ کوئی logic ہے کہ بھئی ہم قوم کو کیا بتائیں گے۔ آپ مجھے بتائیں کہ جو بائیکاٹ ہوا یہ کیوں ہوا؟ گورنمنٹ کی تو اپنی مجبوریاں ہیں، وہ الیکشن کمیشن گئے تھے لیکن الیکشن کمیشن کے فیصلے کے بعد ان کو اس پر زیادہ زور نہیں دینا چاہیے تھا کیونکہ یہ ان کے مفاد میں بھی نہیں ہے، یہ جمہوریت کے مفاد میں بھی نہیں ہے اور یہ آئندہ اس پاکستان کے مفاد میں نہیں ہے جس طریقے سے ہم بڑھ رہے ہیں، جس طریقے سے ہم آگے جا رہے ہیں۔ میں یہاں پر ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ چوہدری افتخار صاحب کو اب مستعفی ہو جانا چاہیے کیونکہ وہ ایک متنازعہ شخصیت بن گئے ہیں۔ ہم نے ایک آزاد judiciary کے لیے قربانیاں دی تھیں، ہم نے پچیس لوگ 12 مئی کو کراچی میں شہید کروائے تھے، میرا خود ہاتھ زخمی ہوا تھا، چیف جسٹس صاحب کے آفس کے سامنے، اس main road پر پولیس کے ساتھ لڑائی میں میرے ہاتھ پر tear gas کا shell لگا تھا اور میں زخمی ہوا تھا۔ یہ سب کچھ اس لیے نہیں تھا کہ کوئی بھی بندہ ادھر dictator بن کر بیٹھ جائے، یہ اس لیے تھا کہ قوم کو، ملک کو اور غریب عوام کو انصاف ملے کیونکہ اس ملک میں آج تک ایک ادارہ جو صحیح elect ہو کر آیا ہے وہ پارلیمنٹ ہے جس نے کچھ اچھے کام کیے ہیں، باقی کسی ادارے کے پاس کوئی اچھا track record نہیں ہے، چاہے وہ سپریم کورٹ ہے، چاہے وہ ہماری establishment ہے، چاہے کوئی اور ہے۔ اگر وہ dictation دیتے ہیں اور dictation پر یہ ملک چلاتے ہیں تو پھر یہ ساری چیزیں ختم کر دیں اور کسی فوجی جرنیل کو کہہ دیں وہ آ کر بیٹھ جائے اور چوہدری صاحب کو جیسے مصر میں چیف جسٹس کو بٹھا دیا ہے انہیں ادھر بٹھا دیں لیکن اگر اس ملک میں جمہوریت ہو، پارلیمنٹ ہو تو یہ اختیار کسی بھی فرد کے پاس نہیں ہے اور یہ بائیکاٹ جو کیا گیا یہ اچھا کیا، میں حکومت سے صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ آپ جو federation کی علامت کو لے کر آ رہے ہو وہ جب joint session میں speech کرے گا تو یہ لوگ جو بائیکاٹ کر رہے ہیں، یہ لوگ جو عدم اعتماد کر رہے

ہیں ان کے سامنے اس کا کیا جواز ہو گا۔ ٹھیک ہے صدر منتخب تو ہو جائے گا لیکن اس کا کیا جواز ہو گا، یہ کیسے ہو گا۔ الیکشن کمیشن تو ایک puppet ہے، جب بھی سپریم کورٹ سے کوئی بات جاتی ہے تو فخرو بھائی وہی کرتے ہیں، جس طرح پہلے کچھ الیکشن میں ہوا۔ ہمارے لیڈر ایک بہت اچھی بات کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب ہم الیکشن میں گئے تو ہمارا خیال تھا کہ ریفری فخرو بھائی ہو گا لیکن جب ہم ادھر گئے تو وہاں پر حکیم اللہ ریفری تھا، فخرو بھائی کا نام و نشان ہی نہیں تھا، ہم ان کو لیٹر لکھتے ہیں کہ بھئی ہم پر حملے ہو رہے ہیں، ہمارا کوئی انتظام کرو، وہ دس دن کے بعد کہتے ہیں کہ مجھے لیٹر ہی نہیں آیا، پھر جعلی ووٹ پکڑے جاتے ہیں، ہم لیٹر بھیجتے ہیں کہ بھئی جعلی ووٹ پکڑے گئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی اطلاع نہیں آئی۔اب یہ الیکشن کمیشن جس کو اس ہاؤس نے یہ اختیارات دیے ہیں، اس ہاؤس نے اسے independent بنایا ہے، اس کی اگر یہ صورتحال ہو تو پھر اس کو بھی گھر جانا چاہیے، اس کو اس منصب پر بیٹھنے کا حق نہیں ہے کیونکہ وہ ساری چیزیں متنازعہ بناتے جا رہے ہیں، جو جمہوریت ایک اچھی پٹڑی پر چل پڑی تھی، پہلی حکومت اور اپوزیشن نے ایک اچھا role play کیا تھا اب یہ پھر ہمیں ایک متنازعہ situation میں لے جانا چاہتے ہیں تاکہ political parties آپس میں لڑیں اور ان کا پھر راستہ ہموار ہو جائے، اسی طرح سے وہ لوگ کارروائی کر رہے ہیں۔ میں راجوانہ صاحب کا احترام کرتا ہوں، آپ جب ادھر بیٹھے ہوتے تھے تو یہی رونا روتے تھے اب ادھر جا کر خوشیاں منا رہے ہو، کل پھر رونا رو گے۔ اس ملک کو آپ نے اور ہم نے چلانا ہے، اس ملک کو ایک ٹھیک track پر ہم نے اور آپ نے لے کر جانا ہے، یہ کسی جسٹس نے نہیں کرنا ہے، کسی dictator نے کسی آرمی چیف نے نہیں چلانا ہے اور اگر وہ چلائے گا تو اس ملک کا وہی حشر ہو گا جو ساٹھ سالوں میں ہوا۔ آج مجھے آپ بتا دیں کہ کہاں پر امن ہے۔ ہم جب وہاں پر بیٹھے ہوتے تھے تو ہمیں کہتے تھے کہ آپ امریکن ہیں، تو اب میں آپ سے پوچھتا ہوں، ہمارے کچھ ساتھی جو ہمارے ساتھ ادھر بیٹھے ہوتے تھے آج ادھر بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی مثال مچھلی جیسی ہے، مچھلی کو جب پانی سے نکال لیا جائے تو وہ تڑپتی ہے، وہ پانی کے بغیر رہ ہی نہیں سکتی۔ میں مزید اس پر بات نہیں کرنا چاہتا ہوں، میں صرف ایک warning دینا چاہتا ہوں۔

جناب! آپ کو علم ہے کہ سندھ میں بالخصوص کراچی میں ہمارے لوگوں سے security withdraw کی گئی ہے اور ہمارے دفتروں پر دستی بموں سے حملے ہو رہے ہیں اور ہم target ہو رہے ہیں۔ خیبر پختونخوا میں ہمارے لوگوں سے سکیورٹی واپس لی گئی ہے۔ میں باتیں کہنا چاہ رہا ہوں اور وہ ریکارڈ پر آنی چاہییں۔ اگر یہ چیف جسٹس آف پاکستان کا آرڈر ہے تو ہمارا کوئی بھی کارکن یا لیڈر شہید ہوتا

ہے تو ہم اس کے خلاف FIR درج کروائیں گے۔ اگر یہ Prime Minister of Pakistan کا order ہے تو ہم Prime Minister of Pakistan کے خلاف FIR درج کروائیں گے۔ اگر کسی بھی صوبے سے کسی Chief Minister کا آرڈر ہے چاہے وہ ہمارے ساتھ ہی بیٹھے ہوں تو ہم اس کے خلاف FIR درج کروائیں گے اور انشاء اللہ ان کو بھی سزا ملے گی کیونکہ آپ کو پتا ہے کہ آج بھی ہم پر حملے ہو رہے ہیں۔ چلیں کل تو اس لیے ہو رہے تھے کہ ہم حکومت میں تھے لیکن اب تو ہم حکومت میں نہیں ہیں لیکن ہم ملک کو بچانے والے ہیں، ہم جمہوریت کو بچانے والے ہیں اور ملک بچانے کی وجہ سے ہمیں آج بھی سزا مل رہی ہے اور اس کے ذمہ دار یہ تین لوگ ہیں۔ اگر کچھ بھی ہوا تو ہم ان کے خلاف FIR درج کروائیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ بڑی مہربانی۔ بولنے والے بہت ہیں لیکن ذرا وقت کا خیال رکھنا چاہیے۔ جی فرحت اللہ بابر صاحب۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ میاں رضا ربانی صاحب نے Supreme Court, Election Commission of Pakistan and Government of Pakistan کے درمیان nexus کی بات کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم سیدھی اور کھل کر بات کریں اور وہ یہ ہے کہ سپریم کورٹ نے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا ہے اور آئینی حدود و قیود سے بھی تجاوز کیا ہے۔ جناب چیئرمین! میں اس لیے یہ کہہ رہا ہوں کہ جب 23-07-2012 کو یہ petition Supreme Court میں دائر ہوئی تو جنہوں نے سپریم کورٹ میں درخواست دی تھی اور ان کی جو grounds تھیں ان میں سے صرف ایک جملہ میں آپ کو پڑھ کر سنانا ہو۔ انہوں نے یہ کہا تھا کہ:

"The last ten days of Ramazan are normally the days of extensive, spiritual and religious activities and worship and the number of legislators may either be in *Aitekaf* or proceed to *Umrah* and the fundamental rights of the Parliamentarians shall be infringed as they will not be able to participate in the *Sadarti Intekhabat.*"

یہ تھیں petition grounds میں۔ یہ ان کی درخواست تھی اور ان کے جواب میں جناب چیئرمین! سپریم کورٹ نے بغیر دوسرے امیدواروں کو نوٹس دیے یہ کہا کہ:

"For the reasons and the grounds given in the application we accordingly direct the Election Commission to change the schedule in the following order."

جناب چیئرمین! ایک تشویشناک صورتحال سامنے آئی ہے، petition میں بنیادی حقوق کا معاملہ اٹھایا گیا۔ آئین کے Article 184(3) کے تحت براہ راست سپریم کورٹ اس وقت جایا جا سکتا ہے جب بنیادی حقوق کا مسئلہ ہو۔ چنانچہ petition میں بنیادی حقوق کی بات کی گئی لیکن فیصلے میں جناب چیئرمین! سپریم کورٹ نے کوئی جواز of the Constitutionality نہیں بتایا کہ fundamental rights infringe ہوگئے ہیں۔ میں راجہ ظفر الحق صاحب کو موردِ الزام نہیں ٹھہراتا، میں حکومت کو بھی موردِ الزام نہیں ٹھہراتا، ان کا تو مسئلہ تھا کہ انہوں نے اپنے voters کو اکٹھا کرنا تھا اور جب پاکستان پیپلز پارٹی نے ایک formidable امیدوار کھڑا کیا تو ان کو یہ تشویش ہوئی کہ چونکہ انتخابات میں vote secret ballots کے ذریعے ہوں گے اس لیے زیادہ وقت نہیں ملنا چاہیے تاکہ ان کے voters ادھر ادھر نہ جائیں اور انہوں نے اپنے voters کو اکٹھا کرنے کے لیے درخواست fundamental rights کے حوالے سے دائر کر دی لیکن جناب چیئرمین! سپریم کورٹ پر تو یہ لازم تھا کہ وہ وضاحت کرتی کہ اس فیصلے سے کیسے fundamental rights infringe ہوگئے ہیں تو گویا سپریم کورٹ نے یہ کہا ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے، عمرے پر جانے یا دیگر نفلی عبادات کے لیے elections کی تاریخ تبدیل ہو سکتی ہے۔ اگر جناب چیئرمین! یہی argument لے کر آگے جایا جائے تو کل کو general elections میں کیا بنے گا؟ اگر ایک پارٹی آکر یہ کہے کہ اس کے voters عبادات میں مصروف ہیں تو کیا Supreme Court general elections کی تاریخ بھی تبدیل کر دے گی؟

جناب چیئرمین! جس طرح رضا ربانی صاحب نے کہا کہ schedule دینا Election Commission کا کام تھا، سپریم کورٹ شاید زیادہ سے زیادہ Election Commission کو advise کر سکتی تھی کہ schedule پر نظر ثانی کرو لیکن سپریم کورٹ نے اپنی طرف سے ایک نیا schedule دیا۔ جناب چیئرمین! اگر یہ بات تھی کہ جو انتخاب ہونے والا ہے یہ صحیح وقت پر نہیں ہے تو ایک اور petition بھی اس وقت سپریم کورٹ میں دائر ہو چکی تھی اور اس petition کی بنیاد یہ

تھی کہ اسمبلی کی seats 42 پر انتخابات ہونے ہیں اس لیے جب تک ان پر انتخابات نہیں ہو جاتے، یہ صدارتی انتخاب 22 اگست کے بعد کیا جائے۔

جناب چیئرمین! سپریم کورٹ کو چاہیے تھا کہ دونوں petitions کو club کرتی، سپریم کورٹ کو چاہیے تھا کہ دوسرے امیدواروں کو بلاتی لیکن سپریم کورٹ نے ایسا نہیں کیا۔ جناب چیئرمین! سپریم کورٹ نے یہ تک بھی نہیں پوچھا، کیونکہ راجہ صاحب کی petition میں تو یہ لکھا ہوا تھا کہ کچھ لوگ ہو سکتا ہے کہ عمرے پر جا رہے ہوں، سپریم کورٹ کو چاہیے تھا کہ پوچھتی کہ ذرا ان لوگوں کی list دے دو، ان کے نام دے دو جو اعتکاف میں بیٹھیں گے اور جو عمرے پر جائیں گے کیا ان کا عمرے کا ویزہ لگا ہے یا نہیں، انہوں نے ایسا کوئی سوال نہیں کیا اور جناب والا! ایک clue آیا تھا Election Commission of Pakistan سے۔ Election Commission of Pakistan نے کہا کہ ہم تاریخ میں تبدیلی نہیں کریں گے لیکن اگر سپریم کورٹ چاہے تو وہ کر دے اور ہم اس کو مان لیں گے۔ So, that is why there is a general consensus now that there is a nexus and that nexus, Mr. Chairman, is against the Pakistan Peoples Party اور وہ اس طرح سے ہے کہ ہم نے دیکھا کہ انتہائی قابل احترام سپریم کورٹ اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باق نہیں ہے کہ ان کا bias against the Pakistan Peoples Party has now become more than obvious. قابل احترام ججوں کے لیے میرے دل میں بہت احترام ہے لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جناب چیئرمین! ایک bias نظر آ رہا ہے، ہمارے ایک وزیراعظم کو وزارت عظمیٰ سے خارج کر دیا، ان کو برطرف کر دیا، سپیکر کی ruling کو overturn کر دیا اور جو خط سپیکر کو بھیجا گیا تھا وہ اس انداز میں بھیجا گیا اور اس طرح سے لکھا گیا تھا کہ خود سپیکر نے اس کا notice لے کر کہا کہ this is in bad taste.

جناب چیئرمین! ہمارے دوسرے وزیر اعظم تھے راجہ پرویز اشرف صاحب، انہوں نے سپریم کورٹ کو درخواست کی کہ جس طرح ارسلان افتخار کیس میں آپ نے کمیشن قائم کیا وہی کمیشن میرے لیے بھی قائم کر دیں لیکن ایسا نہیں ہوا اور ان کو contempt of court کا notice ملا۔ جناب چیئرمین! ہمارے وزراء، ان کو آپ بھی جانتے ہیں اور ہم سب بھی جانتے ہیں، خواہ حامد سعید کاظمی صاحب تھے یا کوئی اور تھے ان کو کیسے chase کیا گیا اور جناب چیئرمین! NRO کے تقریباً 8000 سے زیادہ beneficiaries تھے لیکن صرف ایک شخص کا کیسے پیچھا کیا گیا۔

پاکستان پیپلز پارٹی نے اس ایوان میں سوال اٹھایا کہ ہمیں ان ججوں کے نام بتاؤ جن کی
دہری شہریت ہے۔ اس سوال کو نظرانداز کر دیا گیا اور کہا کہ آئین اور قانون کی رو سے ججوں پر کوئی
پابندی نہیں ہے۔ اسی ایوان میں جناب چیئرمین! پاکستان پیپلز پارٹی کے ڈاکٹر صاحب نے سوال
اٹھایا کہ کتنے High Courts cases میں pending ہیں، ہم کو معلوم ہونا چاہیے تاکہ ہم کچھ
انتظام کر سکیں۔ جواب آیا کہ اس سوال کا جواب ہم نہیں دیں گے کیونکہ یہ independence of
judiciary پر حملہ ہے۔ اس کے برعکس جناب چیئرمین! آپ یہ دیکھیں کہ PML(N) کی درخواست
پر نیب کے دو چیئرمین one after the other برخواست کر دیے گئے۔ خواجہ آصف صاحب کی
ایک درخواست پر کئی heads of the autonomous bodies کو challenge کیا گیا اور پھر
ایک commission بنایا گیا۔ جناب چیئرمین! ہماری حکومت کے دوران اتنے زیادہ suo motu
notices لیے گئے کہ International Commission of Jurists کے سربراہ نے ستمبر 2011
میں press conference میں کہا کہ جس طرح سے *suo motu* notices لیے جا رہے ہیں it
endangers rule of law in Pakistan and he also called for a
transparency in taking suo motu notices. جناب چیئرمین! میں یہ مثالیں اس لیے
دے رہا ہوں کہ میں اس سے آگے بڑھ رہا ہوں there is a nexus between the Election
Commission, the Supreme Court and the government. میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ
Supreme Court نے تجاوز کیا اور تھوڑی دیر پہلے زاہد خان صاحب نے جو کہا کہ Chief Justice
کو استعفیٰ دینا چاہیے، میں سمجھتا ہوں کہ اگر حالات اسی طرح رہے تو پھر اسی طرح کے مطالبات ہوں گے
اور جب پارلیمان سے ایسی آواز اٹھے کہ Chief Justice of Pakistan استعفیٰ دے تو جناب
چیئرمین! یہ ہماری عدلیہ اور system of justice کے لیے اچھا نہیں ہو گا۔ اس لیے میں برملا یہ کہنا
چاہتا ہوں کہ ساڑھے چار صفحے کا جو فیصلہ ہے، یہ سپریم کورٹ نے اپنے اختیارات اور آئین سے تجاوز کیا
ہے اور اگر یہ تجاوز اسی طرح in the name of interpreting the Constitution چلتا رہا تو
Mr. Chairman, a new Constitution is being re-written and this is something which this House must not accept and this is not only the question of the Opposition, I also urge the honourable members at Treasury Benches that in the name of interpretation of Constitution any attempt to re-write the Constitution must be

discouraged. This is the responsibility of this House, this is our moral, political and legal responsibility. I urge all my colleagues to rise and stand up to fulfill this responsibility. Thank you very much Mr. Chairman.

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ حاجی عدیل صاحب لیکن ذرا وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: ہم آج جس اہم موضوع پر بات کر رہے ہیں، اس پر میری پارٹی کا ایک اہم role ہے۔ عوامی نیشنل پارٹی نے ہمیشہ جمہوریت اور آئین کی بالادستی کے لیے قربانی دی ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کو یاد دلاتا ہوں کہ جب میاں نواز شریف صاحب کی حکومت کو اس وقت کے صدر نے ختم کیا تھا تو ہمارے صوبے میں ہماری پارٹی اور پاکستان مسلم لیگ کی حکومت تھی، اللہ بخشے، میر افضل خان صاحب وزیر اعلیٰ تھے، جونہی یہ خبر نشر ہوئی تو جناب چیئرمین! ہماری پارٹی کی پارلیمانی اور صوبائی پارٹی نے meeting کی اور یہ فیصلہ کیا کہ ہمارے چھ وزیر صوبائی حکومت سے استعفیٰ دیں گے۔ میں ان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہم نے استعفے دے دیے لیکن پاکستان مسلم لیگ کے کسی وزیر نے استعفیٰ نہیں دیا اور جب ایک دوسری مسلم لیگ کے نام سے نئی حکومت بنی تو ایک آدھ کو چھوڑ کے ان کے تمام وزرا اس حکومت میں شامل ہو گئے۔ آج جب میں اخبارات دیکھتا ہوں تو ان کے ساتھ کچھ مشرف کے ساتھی دیکھتا ہوں اور مشرف کا وزیر قانون، ان کا بھی وزیر قانون ہے۔ آج تو کوئی قانون ہے ہی نہیں اور نہ ہی وزیر ہے۔ دوسرے بہت سے ساتھی جو مشرف کے دور میں تھے، جن کے لیے ہم نے جنگ کی، جناب چیئرمین! اس وقت ہمارے چیف جسٹس صاحب اپنے گھر میں نظر بند تھے، ہم روز میریٹ ہوٹل کے باہر کھڑے ہو جاتے تھے کیونکہ ہمیں آگے جانے نہیں دیتے تھے اور ہم نعرے لگاتے تھے۔ جناب چیئرمین! اس کے نتیجے میں جیسا کہ زاہد خان صاحب نے کہا۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: حاجی صاحب جس محکمے کا وزیر نہیں ہوتا، وہ محکمہ وزیر اعظم کے پاس ہوتا ہے۔ اس وقت وزیر اعظم صاحب خود Law Minister ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میں بات کر رہا تھا کہ ہم میریٹ ہوٹل کے باہر کھڑے ہو کر نعرے لگاتے تھے اور ہمارا خیال تھا کہ چیف جسٹس صاحب خود ہی گھر سے نکل آئیں گے لیکن وہ قانون کے پابند تھے۔ وہ غلط قانون تھا، جیسا بھی تھا ان ججوں میں سے کوئی بھی اپنے گھر سے باہر نہ نکلا۔ انہوں نے کہا کہ میرا ہاتھ زخمی ہوا، جناب! میرا تو گھٹنا ٹوٹا ہوا ہے، ہم Press Club Peshawar میں

ان کے لیے جلسہ کر رہے تھے، جب پولیس نے گھیراؤ کیا تو میں نے چھلانگ لگائی جس کی وجہ سے آج تک میرا گھٹنا ٹوٹا ہوا ہے لیکن ان کی کرسی مضبوط ہو گئی ہے۔ اب میں کیا دعا کروں کہ یا اللہ گھٹنا ٹھیک کر دے اور آگے آپ سمجھ لیں۔

جناب چیئرمین! ہم نے چیف جسٹس صاحب کے لیے نعرے لگائے کہ عدلیہ کو بحال کرو، چیف جسٹس صاحب کو ان کے گھر سے نکال کر چیف جسٹس کی کرسی پر بٹھاؤ، چوہدری اعتزاز صاحب بیٹھے ہیں، ان کو تو ان کے بہت سے راز معلوم ہیں۔ دو دن پہلے انہوں نے بیان دیا تھا کہ میں اس پر بیان دوں گا کہ جو benches بنتے ہیں، ایسے تمام معاملات مخصوص ججوں کے پاس کیوں جاتے ہیں۔ ان کا فرض ہے کیونکہ انہوں نے press میں کہا ہے، یہ ہمیں بتائیں گے کہ وہ کیا ہے۔ شاید آج ہی بتا دیں۔ جناب چیئرمین! ہم جمہوریت کے لیے ہر وقت، ہر جگہ لڑتے ہیں۔ چاہے راجہ صاحب ہال میں بیٹھ کر میری بات سنیں یا چلے جائیں، ہم ضرور بات کریں گے۔ ان کو چاہیے کہ ہماری بات بھی سنیں، آج تو کیفے ٹیریا بھی بند ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: حاجی صاحب، وہ نماز پڑھنے کے لیے گئے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: ہم تو پڑھ کر آئے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہو گا کیا؟ جب آپ اس ملک کو دوبارہ one unit بنائیں، اس ملک میں صوبوں، صوبائی اسمبلیوں کے اختیارات اور ان کے ممبران کے حقوق پامال کریں، نوابزادہ نصر اللہ صاحب کا election تھا اور وسیم سجاد صاحب بھی امیدوار تھے تو وہ ہماری صوبائی اسمبلی میں تشریف لائے تھے بلکہ ان کی طرف سے ہمیں ڈنر بھی ملا تھا۔ یہاں پر ہمارا خیال تھا کہ ربڑی ملے گی، وہ بھی نہیں ملی، ہم بھی اپنے ساتھ ربڑی کا ایک ڈول لے جاتے۔ وہ حیدر آباد یا کراچی سے آتی، ووٹ دیتے نہ دیتے، ربڑی تو کھانا جائز ہے، حلال ہے۔ جناب چیئرمین! مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آئی۔ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ فرض چیزیں جیسے نماز، روزہ، زکواۃ اور حج کو نہیں چھوڑنا، کچھ چیزیں نفل اور سنت ہیں، وہ اتنی compulsory نہیں ہیں، اگر آپ کریں، اچھی بات ہے لیکن اگر کوئی مجبوری ہو تو ضروری نہیں کہ آپ وہ بھی کریں۔ جب آپ اس پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلی کے ممبر بنتے ہیں اور صدر کے انتخاب کا وقت آتا ہے تو آپ کا فرض ہے کہ صدارت کے انتخاب کے لیے ووٹ دیں نہ کہ عبادت کے لیے چلے جائیں جو فرض بھی نہیں ہے۔ اگر آپ کر سکتے ہیں تو اچھی بات ہے لیکن اگر وہ عبادت فرض نہیں ہے اور آپ صدر کے ووٹ کو ضائع کرتے ہیں تو میں

سمجھتا ہوں کہ اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ آپ وہ نفلی عبادت نہ کریں بلکہ یہ جو ووٹ دینا فرض ہے، اس پر عمل کریں۔ مجھے ایک بات سمجھ نہیں آتی کہ چھ اگست کو ستائیس رمضان ہے، اگر رمضان کی ستائیس کو اپنے پروگرام کے مطابق صدر کا انتخاب ہوتا تو بزنجو صاحب کو چھوڑ کر باقی تمام مذہبی سوچ رکھنے والے لوگ اپنا ووٹ نہ بیچتے کیونکہ اس دن خوف خدا زیادہ ہوتا ہے۔ اب تاریخ بدلنے سے پتا نہیں چلے گا کہ کتنے ووٹ بکے ہیں، کن کن لوگوں کو پھول پہنائے گئے ہیں اور کن کن لوگوں کو fool بنایا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! مجھے سمجھ نہیں آئی کہ اگر چار یا چھ دن پہلے election نہ ہوتا اور جو۔۔۔۔

Mr. Acting Chairman: Haji *sahib*, be more specific

آپ نے جو بات کی ہے، وہ بہت سے لوگوں کو سمجھ نہیں آئی۔ اس لیے اس کی وضاحت کریں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میں نے یہ دیکھا ہے کہ ایک دربار میں پاکستان مسلم لیگ گئی اور ان کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے، ان پر پھول پھینکے گئے، جیسے مزاروں پر پھول پھینکتے ہیں۔ اب پھینکنے والوں نے پھول پھینکے ہیں یا ان کو fool بنایا ہے، ہمیں یہ پتا نہیں ہے یا جنہوں نے پھول پھینکے ہیں، وہ fool بن گئے ہیں، یہ وقت بتائے گا۔ میں نے مسلم لیگ کے ایک رہنما جن کا تعلق ہمارے صوبے سے ہے، ان کا بیان پڑھا اور آج میں نے ان کے سیکرٹری جنرل کا ایک بیان پڑھا، وہ بھی ذو معنی انداز سے وہی بات کر رہے تھے جو کل والے سیاسی ساتھی نے بات کی۔

جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ آپ چار صوبائی اسمبلیوں کو اہمیت نہ دیں اور جیسے رضا صاحب نے کہا اور صرف پارلیمنٹ سے رابطہ رکھیں بلکہ پارلیمنٹ سے بھی رابطہ نہیں ہو جیسے میں نے کہا کہ مجھے ربڑی کا وہ برتن نہیں ملا، کم از کم اتنا تو دیتے شاید ہم پھر روزہ افطار کرنے اور کھانے کے بعد اس کو reconsider کرتے لیکن یہ ستائیسویں کے روزے سے بھاگ کر پہلے آ گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بڑا اچھا مذہبی مقدس دن چھوڑ دیا، ان کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ مذہبی لوگ ہیں، ان کے پاس وسائل ہیں، یہ ہر سال عمرہ کرتے ہیں اور آخری دس دنوں خصوصاً عمرہ ہوتا ہے، گزشتہ پچیس سال سے ہو رہا ہے۔ ہمارے پاس یہ وسائل نہیں ہیں، ہم نے ایک مرتبہ حج کیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک حج کافی ہے۔ جناب! ان کی جب سے حکومت آئی ہے میں نے ان سے کہا ہے کہ یہ شعر بھول گئے ہیں کیونکہ دوسرے شیر نے ان پر قبضہ کر لیا ہے تو یہ آج کل شعر نہیں سناتے۔ میں انتہائی

مودبانہ کہوں گا، میں یہ نہیں کہوں گا کہ مرثیہ پڑھتے ہیں بلکہ طربیہ پڑھتے ہیں، اب ان سے شعر نہیں سنائے جائیں گے، ان کی شاعری اور ادب سب ختم ہو گیا ہے، بے ادبی میں چلے گئے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اب شیر ہو گئے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: شیر ہو گئے ہیں، دوسرا شیر آگیا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شیر شعر سنتے ہیں، کہتے نہیں ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: وہ تصویر والا شیر آگیا ہے، جنگل یا سرکس کا شیر آگیا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: برائے مہربانی وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! میں ایک بات آخر میں کہتا ہوں کہ میرے بھائی نے کہا ہے کہ اس حکومت نے آتے ہی سب سے پہلے یہ کام کیا ہے کہ عوامی نیشنل پارٹی سے security واپس لے لی ہے، چاہے وہ خیبر پختونخوا میں ہو، چاہے وہ بلوچستان میں ہو، چاہے وہ سندھ میں ہو۔ میری خود وزیر داخلہ صاحب سے بات ہوئی تھی اور انہوں نے کہا کہ ہم رات تک فیصلہ کرتے ہیں اور وہ رات پتا نہیں کہاں چلی گئی ہے، ان کو messages بھیجے ہیں۔ جناب چیئرمین! اس دوران مجھ پر حملہ ہوا تھا، میری گاڑی پر حملہ ہوا تھا اور میری گاڑی کی wind screen ایک گولی سے توڑ دی گئی تھی۔ ہمیں یہ سمجھ نہیں آتی کہ آخر ہم سے security کیوں واپس لے لی گئی ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: حاجی صاحب! آپ کی security کے معاملے کو راجا صاحب نے note کر لیا ہے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: ہمارے ساڑھے آٹھ سو ساتھی شہید ہوئے ہیں، پاکستان کی کسی political party کے دہشت گردوں کے خلاف جنگ میں اتنے ساتھی شہید نہیں ہوئے، ہمارے MPAs, MNAs, candidates, legislators اور ہمارے چار، چار سال کے بچوں کو شہید کیا گیا، اکلوتے بیٹوں کو شہید کیا گیا اور انہوں نے ہم سے security واپس لے لی ہے۔ بے شک انہوں نے بڑا اچھا کیا ہے لیکن ان کی اپنی security ختم نہیں ہوئی۔ جناب چیئرمین! میں پرسوں یہاں سے مری گیا، کشمیر پوائنٹ سے گزرتے ہوئے، میں سڑک پر ڈاک خانے کی طرف جا رہا تھا تو مجھے police نے روک لیا، میں نے پوچھا کہ آپ نے مجھے کیوں روکا ہے، ہم ماضی میں اس سڑک پر اکثر جایا کرتے تھے،

انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم صاحب تشریف لائے ہیں، ان کا ذاتی گھر ہے۔ آپ اپنی security اتنی کرتے ہیں کہ پوری سڑک بند کر دیتے ہیں، لوگ مری تھوڑا سا آرام کرنے کے لئے جاتے ہیں، آپ نے سڑکوں کو بند کر دیا اور آپ نے ہم سے security واپس لے لی ہے۔ کیا Chief Justice صاحب کی security کم ہو گئی ہے یا جو اور بہت سارے عہدیدار ہیں، فوج میں ہیں، police میں ہیں اور دوسرے ہیں کیا ان سے security واپس لے لی ہے، ان کے گھروں سے واپس لے لی ہے؟ ہمیں protocol کی ضرورت نہیں ہے، مجھے ایک یا دو security guards ملے تھے اور وہ میرے ساتھ میری موٹر میں بیٹھتے تھے، دس موٹریں آگے اور دس موٹریں پیچھے میرے پاس نہیں تھیں اور نہ ہی میں afford کر سکتا تھا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کے grievances راجا صاحب نے note کر لئے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! آخر میں یہ کہتا ہوں، شاید یہ توہین عدالت نہ ہو کہ جب ہم Chief Justice کے لیے نعرے لگا سکتے ہیں کہ ان کو باہر نکالو، ان کو باہر نکالو تو ہم یہ نعرے پھر شروع کریں گے کہ Chief Justice کو باہر نکالو، باہر نکالو، باہر نکالو۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ حاجی صاحب۔ جی سعید غنی صاحب۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: شاہ صاحب! one way traffic اس لئے نہیں ہے، مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ Treasury benches سے کوئی بولنے کی زحمت نہیں کر رہا، میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ شاہ صاحب! آپ ادھر آ کر دیکھیں---

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: آپ ادھر آ کر دیکھیں کہ یہ آدھے گھنٹے سے جل رہا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی سعید غنی۔ پی پی آپ کی ان کے بعد باری آئے گی۔ سعید غنی صاحب! آپ شروع کریں۔

سینیٹر سعید غنی: میں ابھی نہیں، میں election سے کہہ رہا ہوں کہ یہ Election Commission نالائق ہے، یہ Election Commission نااہل ہے اور---

جناب قائم مقام چیئرمین: سعید غنی صاحب! قائد ایوان کچھ کہنا چاہتے ہیں، ان کے بعد آپ کی تقریر ہو گی۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: میں اپنی گزارشات بعد میں کروں گا لیکن میں آپ کے ذریعے ارکان سینیٹ کی توجہ ایک چیز کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ آئین کے مطابق Article 68 جسے میرے خیال میں سب نے پڑھا ہو گا کہ:

> "No discussion shall take place in [Majis–e–Shoora (Parliament)] with respect to the conduct of any judge of the Supreme Court or of a High Court in the discharge of his duties."

یہ کافی عرصے سے سلسلہ چل رہا ہے اور یہ چیئرمین کا فرض ہوتا ہے کہ وہ آئین، قانون اور rules کے مطابق کارروائی چلائے لیکن اگر اس طرح کھلی چھٹی دے دی جائے تو پھر میں سمجھتا ہوں کوئی purpose serve نہیں ہو گا ماسوائے اس کے کہ ہم ان rules and Constitution کی اس provision کو violate کر رہے ہوں گے ۔ ایک ایسی بدمزگی پیدا ہو سکتی ہے جو ہونی نہیں چاہئیے۔ وہاں پر Business Advisory Committee کے اجلاس میں جو بات ہوئی تھی، وہ یہی ہوئی تھی کہ اس طرف سے دو تقریریں ہوں گی، اس کے بعد میں کچھ گزارشات کروں گا اور پھر چونکہ خواہش یہ ہے کہ چھ بجے اجلاس ختم کیا جائے تاکہ نہ صرف ارکان بلکہ عملہ بھی اپنے گھروں میں پہنچ کر افطار کر سکے کیونکہ یہاں پر بندوبست نہیں ہو گا۔ یہ بات ہوتے ہوئے، آپ اس کی پابندی نہیں کرا رہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی اعتزاز احسن صاحب۔

سینیٹر اعتزاز احسن: جناب چیئرمین! قائد ایوان نے بالکل بجا آپ کی اور House کی توجہ Article 68 کی طرف دلائی ہے۔ میں اس کے بارے میں کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں، یہ بالکل بجا ہے، اس میں لکھا ہے کہ:

> "No discussion shall take place in [Majis–e–Shoora (Parliament)] with respect to the conduct of any Judge of the Supreme Court or of a High Court in the discharge of his duties."

اب یہ فیصلہ Supreme Court نے دیا ہے، Supreme Court نے 184 Article کے تحت فیصلہ دیا ہے، دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ in discharge of duties of the Supreme Court ہے کہ نہیں ہے۔ Article 184 کی clause-3 کے تحت جناب قائد ایوان، فاضل قائد ایوان، معزز قائد ایوان نے Supreme Court کی جانب رجوع فرمایا۔ Article 184(3) آپ کی کتاب صفحہ 99 پر ہو گا۔ آپ اس clause کے تحت گئے۔

> Without prejudice to the provisions of Article 199, the Supreme Court shall, if it considers that a question of public importance with reference to the enforcement of any of the Fundamental Rights conferred by Chapter 1 of Part II is involved, have the power to make an order of the nature mentioned in the said Article.

اپنی discharge of duties کے تحت سپریم کورٹ کے لیے ضروری تھا کہ سپریم کورٹ کیا decide کرتی Supreme Court shall, if it considers that a question of public importance with reference to the enforcement of any of the Fundamental Rights conferred by Chapter 1 of Part II is involved. Sir, in that case the Supreme Court in discharge of its duties shall have the power to make an order of the nature mentioned in the said Article.

اگر وہ Fundamental Rights سے متعلق case ہی نہیں ہے اور یہ میرے ہاتھ میں فیصلہ ہے۔ میری پہلی بات Article 68 پر ہے، مجھے معلوم تھا کہ یہ Article 68 اٹھایا جائے گا۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ پانچ صفحے کا آرڈر ہے، اس میں کہا گیا ہے، میرے قائد ایوان صاحب ایک لفظ دکھا دیں کہ اس میں کہا گیا ہو کہ Fundamental Rights فلاں، فلاں involved ہے، Fundamental Rights کا تو ذکر ہی نہیں ہے، Fundamental Rights کے بغیر عدالت jurisdiction اور یہ اختیار original jurisdiction میں exercise کر ہی نہیں سکتی اور سپریم کورٹ کے درجنوں کیا، بیسیوں کیا، سینکڑوں judgments ہیں۔ میں آپ کو زبانی بتا سکتا ہوں، جس میں انہوں نے کہا ہے کہ جب تک Fundamental Right نہیں ہو گا تو سپریم کورٹ کو یہ اختیار ہی نہیں، it acted beyond

the course of its duties اور یہی نہیں ، جناب چیئرمین! آپ Article 41 دیکھیں، اگر سپریم کورٹ نے Article 184(3) کے تحت فیصلہ دیا ہوتا، Fundamental Rights کا فیصلہ ہوتا۔ یہ تو اس طرح ہے جس طرح انہوں نے چیمبر میں بیٹھ کر executive order دے دیا ہے، یہ اس قسم کا آرڈر ہے، اسی لیے کسی دوسرے فریق کو نہیں سنا گیا۔ Article 41 کیا کہتا ہے۔ Article 41(3) یہ صفحہ 21 پر ہے؛

> (3) The President shall be elected in accordance with the provisions of the Second Schedule by the members of an electoral college consisting of−
>
> (a) the members of both Houses; and
>
> (b) the members of the Provincial Assemblies.

In accordance with the provisions of the Second Schedule آئین کا جو Second Schedule ہے، وہ آپ کی کتاب کے page 180 پر ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں، آپ ظلم دیکھیں جو اس case میں سپریم کورٹ نے کیا ہے۔ sub−Article 3, page 180 پر ہے۔ یہ کہتا ہے the Chief Election Commissioner shall, سپریم کورٹ نہیں۔

> 3. The Chief Election Commissioner shall by public notification fix the time and place for depositing nomination papers, holding a scrutiny, making withdrawals, if any, and holding the poll, if necessary.

یعنی اگر unopposed نہ ہو تو poll ہو گا۔ یہ date and schedule کس نے دینا ہے؟ The Chief Election Commissioner. اب اس فیصلے کو لیجیئے، سپریم کورٹ کا کیا کام ہے، is it acting within the course of its duties? it is not acting within the course of his duties. سپریم کورٹ کہتی ہے۔

It may not be out of context to note that the holding of election of office of President of the Islamic Republic of Pakistan, is one of the most important Constitutional activity which has to be

undertaken by the Election Commission of Pakistan. Therefore, we are of the opinion that at the same time, it is the duty of the ECP to facilitate all the voters and electors, enabling them to exercise that right of franchise for the election of the office of the President of the Islamic Republic of Pakistan. Therefore, keeping in view the reasons/grounds put forward and also to ensure that the Election Commission of Pakistan may discharge its functions, we accordingly direct the ECP to change its schedule in the following order.

1. Filing of nomination papers, 24-7-2013
2. Scrutiny of nomination papers by the Returning Officer, 26-07-2013 at 10 a.m.
3. Withdrawal of candidature before Returning Officer, 27th July, 2013 upto 12 noon.

کیا کام ہے سپریم کورٹ کا، سپریم کورٹ بھی آئین کے ماتحت ہے، ماورا نہیں ہے۔

4. Publication of the list of validly nominated candidates, 27-07-2013 at 5 p.m.
5. Polling day and polling time, 30th July, 2013 from 10 a.m. to 3 p.m. place of poll.

اور پھر کہا گیا ہے کہ ECP کو direct کیا جاتا ہے کہ وہ اپنا شیڈول change کرے، as has been directed herein above.

آج ہی 24 تاریخ کو revise کرے۔ اس بحث کو During the course of the day

سمیٹتے ہوئے اب میں Article 68 پھر پڑھتا ہوں، باقی گزارشات میں اپنی باری پر کروں گا۔

68. No discussion shall take place in Majlis-e-Shoora (Parliament) with respect to the conduct of any Judge of the Supreme Court or of a High Court in the discharge of his duties.

This was not in discharge of their duties, the Supreme Court has no right to prescribe the election schedule. This election schedule is illegal and unconstitutional, it was for the Election

Commission to decide that and Election Commission cannot abrogate its function.

آپ کو یاد ہو گا حامد علی مرزا صاحب چیف الیکشن کمشنر تھے اور مخدوم جاوید ہاشمی صاحب اور مخدوم شاہ محمود قریشی صاحب نے استعفیٰ دے دیا تھا۔ ایک نے ہماری پارٹی کو چھوڑا اور دوسرے نے مسلم لیگ نواز کو چھوڑا۔ اس کے بعد by election ہونے تھے، سپریم کورٹ میں petition دائر کر دی گئی کہ electoral list ابھی NADRA کے ساتھ match نہیں کرتی، سپریم کورٹ نے حکم دے دیا کہ پہلے NADRA کے ساتھ match کرے پھر Election Commission by election کرائے گا۔ حامد علی مرزا صاحب نے کہا نہیں، میں اس معاملے میں سپریم کورٹ کا پابند نہیں ہوں، سپریم کورٹ تجاوز کر رہی ہے اور انہوں نے by elections کرائے۔ جہاں سپریم کورٹ کا کام نہیں ہے وہاں Article 68 اس کو cover نہیں کرتا، in the discharge of his duties, اگر کل سپریم کورٹ کہے کہ میں نکاح پڑھاؤں گا اور یہ discharge of the duties ہے، وہ duties کا discharge نہیں ہے۔ وہ کہے کہ میں driving کر رہا ہوں، میں drive کر کے prohibited area میں جا رہا ہوں تو یہ discharge of duties نہیں ہے۔

Discharge of duties is discharge of duties under the Constitution and this Constitution is supreme, it is above the Supreme Court also.

مجھے اس چیز کی تکلیف ہوتی ہے کہ میں نے ان Judges کو بحال کرانے میں ایک چھوٹا سا کردار ادا کیا ہے۔

(متعدد آوازیں --- گناہ کیا ہے)

سینیٹر چوہدری اعتزاز احسن: نہیں کوئی گناہ نہیں کیا۔ میں اپنے اس کردار پر فخر کرتا ہوں کیونکہ people’s victory ہونی چاہیے تھی اور اگر وہ وکلاء کی تحریک نہ چلتی تو پرویز مشرف آج بھی باوردی بیٹھا ہوتا۔ جناب چیئرمین! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو بحث ہو رہی ہے اور اگر سپریم کورٹ کا فیصلہ Fundamental Rights پر ہوتا، یہ بتایا گیا ہوتا کہ کون سا Fundamental Right مجروح ہوا ہے، اگر سپریم کورٹ کا فیصلہ یہی ہوتا تو الیکشن کمیشن کو چاہیے کہ ان معاملات کو خاطر

میں لائے جو راجہ صاحب نے اٹھائے۔ اب ہم کیا کریں، ہمیں کہتے ہیں آپ نظر ثانی کے لیے سپریم کورٹ میں کیوں نہیں گئے۔ جناب چیئرمین! میر سادہ تو ہیں پر اتنے بھی سادہ نہیں ہیں۔

اب جو نامہ و پیام ان کے حق میں آتے ہیں، چوہدری نثار علی چلے جائیں تو petition پر petition انکار ہوتا ہی نہیں، دو چیئرمین نیب اڑا دیئے جاتے ہیں۔ خواجہ آصف صاحب جاتے ہیں مشہور نندی پور کیس میں، ایک دن کیس لگتا ہے دوسرے دن ان کو relief مل جاتا ہے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں نگرانوں کی appointments ختم کر دی جاتی ہیں۔ میاں نواز شریف صاحب میمو گیٹ کیس میں جاتے ہیں، جو relief مانگتے ہیں پہلے دن کچی پیشی میں ان کو مل جاتا ہے اور میمو گیٹ کا کمیشن بن جاتا ہے۔ کوئی نوٹس نہیں کرتے۔ راجہ ظفر الحق معزز قائد ایوان جاتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ راجہ صاحب نے ہمارے اس ہاؤس کے استحقاق کو مجروح کیا ہے۔ ہمارا استحقاق تھا کہ میں رضا ربانی کو ووٹ ڈالنا چاہتا ہوں یا نہیں چاہتا ہوں مجھے چھ تاریخ تک سوچنے کا موقع تھا۔ میں ممنون حسین کو ووٹ ڈالنا چاہتا ہوں یا نہیں ڈالنا چاہتا ہوں مجھے بطور ووٹر چھ تاریخ تک سوچنے کا موقع تھا۔ اپنی opinion سے، اپنے دوستوں سے مشورہ کر کے، رائے لے کر شاید میں رضا ربانی کے خلاف ہو جاتا ان دنوں میں، میں ممنون حسین کو ووٹ ڈالتا ہوں تو یہ میرا استحقاق تھا اور to change my opinion in the next six days یہ کہتے ہیں کہ کیا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے اور مجھے تکلیف ہوتی ہے کہ:

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر اعتزاز احسن: ہمارا استحقاق کس نے مجروح کیا؟ ہمارے قائد ایوان نے ہمارا استحقاق مجروح کیا ہے وار اس قدر شدید کہ دشمن ہی کر سکے۔ صدارتی انتخاب ہے، چھوٹا الیکشن نہیں ہے۔ میں بی ڈی ممبری کا ووٹ ڈالنے نہیں جا رہا، میں صوبائی اسمبلی یا قومی اسمبلی کا ووٹ ڈالنے نہیں جا رہا ہوں۔ میں ان بارہ سو لوگوں میں سے ایک ہوں جن پر اٹھارہ کروڑ عوام کے صدر کے انتخاب کرنے کی ذمہ داری آئی۔ اب مجھے سوچنے کا موقع نہیں چاہیے۔ میرا استحقاق مجروح نہیں ہوا تو کس کا ہوا ہے؟ یہ استحقاق مجروح کس نے کروایا ہمارے قائد ایوان نے۔

وار اس قدر شدید کہ دشمن ہی کر سکے
چہرہ مگر ضرور کسی آشنا کا تھا

Mr. Acting Chairman: Let me get the consent of the Leader of the House.

راجہ صاحب! طے تو یہ ہوا تھا کہ چھ بجے ختم کر لیں گے۔ کیا آپ wind up کرنا چاہتے ہیں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: راجہ صاحب! آپ کچھ کہہ دیں۔ عبدالنبی بنگش صاحب! مہربانی کر کے بیٹھ جائیں۔ راجہ صاحب کو بات کرنے دیں۔ بنگش صاحب! یہ صرف آپ کی بات نہیں ہے یہاں پر سینیٹ سیکرٹریٹ میں نو سو ملازم کام کرنے والے ہیں، ان کا بھی حق بنتا ہے کہ وہ اپنے گھر جا کر روزہ افطار کریں کیونکہ یہاں پر تو کوئی انتظام نہیں ہے۔ بنگش صاحب! آپ تشریف رکھیں آپ کو موقع ملے گا۔ مہربانی کر کے آپ بیٹھ جائیں۔ راجہ صاحب! بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں جو فیصلہ ہوا تھا اس پر میں آپ کی رائے مانگتا ہوں۔ جی۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ آپ خود Chair کر رہے تھے اور جب میں وہاں حاضر ہوا تو آپ نے کہا کہ یہ طے ہوا ہے کہ دو تقریریں اس طرف سے ہوں گی اس کے بعد میں wind up کروں گا۔ آپ نے یہ طے کیا تھا۔ آپ نے announce کیا تھا کہ یہ طے ہوا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ سب نے کیا تھا۔ میں نے announce کیا تھا۔ Points of Order کی بات ہوئی تھی دو تقریروں کی بات نہیں ہوئی تھی لیکن یہ ضرور کہا گیا تھا کہ چھ بجے تک اجلاس چلے گا۔ سعید غنی صاحب! آپ تشریف رکھیں don't waste the time please. Everybody sit down please. آپ تشریف رکھیں۔ آپ شور کریں گے تو اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ راجہ صاحب دیکھیں it is not only from the Opposition Benches حکومتی بینچوں سے جعفر صاحب، ظفر صاحب، راجوانہ صاحب یہ سب بھی چیخ رہے ہیں تو آپ ہی بتائیں کہ کیا کیا جائے۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: یہ چیخ نہیں رہے بلکہ اپنا حق مانگ رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی وہ حق مانگ رہے ہیں۔ دونوں طرف سے حق مانگ رہے ہیں۔وہ بھی حق مانگ رہے ہیں اور یہ بھی حق مانگ رہے ہیں لیکن سنتے نہیں ہیں۔

سینیٹر راجہ محمد ظفرالحق: اگر آپ اپنے فیصلے کو منوا نہیں سکتے ، اس پر عمل درآمد نہیں کراسکتے توآئندہ بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ کیا ہو گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: راجہ صاحب**!** دیکھیں sense of the House بھی تو دیکھی جاتی ہے۔اس طرح وقت اور زیادہ ہو جائے گا۔آپ تشریف رکھیں بنگش صاحب**!** سردار صاحب**!** مہربانی۔ بیٹھ جائیں وقت ضائع ہو رہا ہے۔

سینیٹر راجہ محمد ظفرالحق: اگر یہ نہیں ہوسکتا تو پھر وہاں یہ کہہ دیتے کہ ایوان میں جا کر اس کا فیصلہ کریں گے۔ اگر آپ کی اپنی پارٹی کے لوگ جنہوں نے آپ کو elect کیا ہے وہی آپ کی بات سننے اور ماننے کو تیار نہیں ہیں تو باقی کوئی کیا سنے گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، سن رہے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ میں ان کی بات بھی سن رہا ہوں اور آپ کے لوگوں کی بات بھی سن رہا ہوں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔میرے خیال میں وقت برباد کرنے سے بہتر یہ ہے کہ we will take another thirty to forty minutes تاکہ ہر ایک اپنا موقف ایک دومنٹ میں بیان کرسکے۔

سینیٹر راجہ محمد ظفرالحق: کل یہ نہ کہا جائے کہ آپ نے اپنے حقوق abrogate کردیے ہیں۔آپ نے جو فیصلہ کیا اس پر عمل درآمد نہیں کیا اور یہاں سے آواز آئے کہ آپ اس قابل نہیں ہیں ، آپ یہ عہدہ چھوڑ دیں تو پھر آپ کیا کریں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ساڑھے چھ بجے تک ہم اس کو کرلیں گے۔عابدی صاحب**!** آپ تشریف رکھیں آپ کو وقت دوں گا میں نے ہاؤس سے رائے لے لی ہے۔ عابدی صاحب**!** آپ وقت برباد نہ کریں مہربانی کرکے آپ بیٹھ جائیں۔جی سعید غنی صاحب you have only five minutes جی۔

سینیٹر سعید غنی: شکریہ۔ جناب چیئرمین**!**میں صرف راجہ صاحب کی بات کا جواب دوں گا وہ Article 68 کا حوالہ دے رہے تھے۔ کیا عدالتیں کسی فوجی جرنیل کو یہ کہہ دیں کہ تم وردی میں

الیکشن لڑو اور ہم Article 6 کے تحت اپنی زبان بندی کرلیں یا وہ کسی فوجی جرنیل کو کہہ دیں کہ تم تین سال تک جا کر آئین کا تیا پانچا کرو اور ہم Article 6 کے تحت چپ رہیں گے کہ ہم پر بات کرنے کی پابندی ہے۔ جس طرح عدالتوں پر بات نہیں ہوسکتی اسی طرح یہاں پاک فوج کے متعلق بھی بات نہیں ہوسکتی لیکن جب کوئی فوجی آمر آئین کی خلاف ورزی کرتا ہے، اس ملک میں مارشل لا لگاتا ہے تو ہمارے ساتھ مل کر یہ دوست بھی احتجاج کرتے ہیں اور اسی فوج کے خلاف، اسی جرنیل کے خلاف باتیں کرتے ہیں تو اس وقت ہمیں آئین یاد نہیں آتا۔ آئین ہمیں کبھی نہیں روکتا اگر ہم سچ بولیں۔ اگر کوئی شخص آئین کی خلاف ورزی کرے چاہے وہ سپریم کورٹ میں بیٹھا ہوا چیف جسٹس ہو چاہے وہ فوجی جرنیل ہو ہمیں بالکل اجازت ہے کہ ہم یہاں پر بات کریں۔

جناب چیئرمین! یہاں پر پارلیمنٹ کے کچھ لوگوں نے ایک فوجی جرنیل کے بنائے ہوئے قانون کی خلاف ورزی کی اور جعلی ڈگریاں دکھا دیں کہ میں نے گریجویشن کی ہوئی ہے تاکہ وہ الیکشن میں حصہ لے سکیں۔ اس نے فوجی آمر کے غلط قانون کی خلاف ورزی کی آج تک ان کی قبریں کھود کھود کر نکالے جا رہے ہیں کہ وہ لوگ کون ہیں تاکہ ان کو ہم سزائیں دیں لیکن آج عدالتوں میں بیٹھے ہوئے ہمارے جج صاحبان روزانہ اپنے حلف کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور ہم یہاں بات نہیں کرسکتے اس لیے کہ Article 6 موجود ہے۔ ہمیں بات نہیں کرنی چاہیے۔ Judges کا Code of Conduct نکالیے اور اس کو پڑھیے کہ اس میں کیا کچھ لکھا ہوا ہے اور ان کی observations سنیے، ان کے فیصلے سنیے اور مجھے بتائیے کہ وہ Code of Conduct کی پاسداری کر رہے ہیں؟ اگر وہ Code of Conduct کی پاسداری نہیں کر رہے تو اپنے حلف کی پاسداری نہیں کر رہے اور اگر Judges عدالتوں میں بیٹھ کر، چیف جسٹس عدالت میں بیٹھ کر اپنے حلف کو روزانہ اپنے پیروں تلے روندے اور ہم یہ بھی نہ کہہ سکیں کہ جناب، وہ ظلم کر رہا ہے، اس لیے کہ آرٹیکل 6 لکھا ہوا موجود ہے۔ اگر ہمارے اندر بیٹھا ہوا کوئی شخص آئین کی کسی چھوٹی سی شق کی بھی خلاف ورزی کرلے تو جناب! یہاں تو یہ کہا گیا کہ یوسف رضا گیلانی صاحب کو گھر بھیج دو، روزانہ observation آتی ہے کہ راجا پرویز اشرف کوئی بادشاہ تو نہیں تھے۔ بالکل بادشاہ نہیں تھے، وزیرِاعظم تھے لیکن اس ملک کے قانون کے تحت اس کے کچھ اختیارات تھے۔ اسی طرح اس ملک کے چیف جسٹس کی بھی اس قانون کے تحت کچھ limitations ہیں۔ اگر راجا پرویز اشرف بادشاہ سلامت نہیں ہے تو چیف جسٹس بھی بادشاہ سلامت نہیں ہے۔ روزانہ نادرشاہی orders آتے ہیں اور جو مرضی آئے کرتے پھریں، ایسا کہیں نہیں ہوتا ہے۔

جناب! مجھے مرنے کا خوف نہیں ہے۔ اگر سچ بولنے پر یہ چیف جسٹس پھانسی لگاتا ہے تو خوشی سے پھانسی پر چڑھ جائیں گے۔ یہ پارلیمنٹ کے عہدے چھن جانا ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ سچ بولنا چاہیے اور بے خوف ہو کر بولنا چاہیے۔ آپ لوگ بالکل اس کے دباؤ میں رہیں، اس کے خوف میں رہیں، اس کے احسانات تلے رہیں، مت بولیں لیکن جب آپ کے سر پر آئے گی پھر آپ سے پوچھیں گے کہ آپ کس طرح سے چپ رہ سکتے ہیں۔

جناب! اب میں صدارتی الیکشن کی بات کرتا ہوں۔ جب 6 اگست کی date آئی تو اس وقت کسی نے کہا کہ جناب، یہ electoral college مکمل نہیں ہے۔ چونکہ 42 constituencies خالی ہیں، پہلے الیکشن کروالیجیے پھر اس کے بعد ہم آگے چلیں گے۔ کہنے لگے، نہیں، الیکشن ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر 42 لوگ نہیں ہیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جناب! اگر 6 اگست کو دس لوگ، پندرہ لوگ، تیس لوگ نہیں ہوتے، کوئی اعتکاف میں ہوتا، کوئی عمرے پر ہوتا تو کیا فرق پڑ جاتا۔ اس وقت انہیں یاد نہیں آیا جب کہہ رہے تھے کہ 42 سیٹیں خالی ہیں۔ کہنے لگے نہیں، ہم تو الیکشن کرائیں گے۔

جناب! دوسری بات یہ ذہن میں رکھنے کی ہے، شاید کسی نے غور نہیں کیا، الیکشن کمیشن میری رائے کے مطابق صدارتی الیکشن کروانا بھول گیا تھا۔ ان نالائقوں کو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ آئین میں لکھا ہوا ہے کہ 60 دن اور 30 جب رہ جائیں، اس درمیان میں آپ نے الیکشن کروانے ہیں۔ کسی کو خیال ہی نہیں آیا۔ انہوں نے by-elections کے متعلق بھی کہا کہ رمضان میں نہیں کرواتے، رمضان کے بعد کروائیں گے۔ اس طرح by-elections بھی 22 اگست تک لے گئے لیکن 22 اگست کو اگر by-elections ہونے تھے اور رمضان ان کے آڑے آرہا تھا تو سانگھڑ میں ایک صوبائی اسمبلی کے حلقے میں انہوں نے رمضان سے پہلے الیکشن کرادیے۔ کراچی میں جب NA-250 کے کچھ پولنگ اسٹیشنز سے complaints آئیں کہ جناب! وہاں پولنگ ٹھیک نہیں ہوئی تو کہا گیا کہ re-polling کرائیں گے۔ اسی طرح تھرپارکر کے چار حلقوں میں یہ بات ہوئی کہ re-polling ہوگی لیکن کراچی میں تو آٹھ دن میں re-polling ہوتی ہے، تھرپارکر میں ایک مہینے کے بعد re-polling ہوتی ہے۔ یہ الیکشن کمیشن کی نالائقیاں نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ الیکشن کمیشن کی نااہلیاں نہیں تو اور کیا ہے۔

میں آج یہاں کھڑے ہو کر ایک مطالبہ کرتا ہوں۔ فخرالدین جی ابراہیم صاحب کی اس ملک میں بڑی عزت اور بڑا مقام تھا، ہر شخص ان کا احترام کرتا تھا، انہوں نے 11 مئی کے الیکشن کے بعد اپنی credibility اور اپنا image تباہ کردیا ہے۔ ان کے پاس ایک راستہ ہے، جس سے وہ اپنی ساکھ کو بحال

کرسکتے ہیں کہ وہ استعفیٰ دیں اور آکر قوم کو بتائیں کہ الیکشن کمیشن کے اندر وہ کون سا شخص ہے جو فخرالدین جی ابراہیم کو بیٹھ کر dictate کرواتا ہے۔ سپریم کورٹ کے اندر وہ کون سے لوگ ہیں جو فخرالدین جی ابراہیم کو dictations دیتے ہیں اور وہ کون کون سے ادارے تھے جو سپریم کورٹ اور الیکشن کمیشن سے رابطے کرکے، 11 مئی کے نتائج ان کو بتا رہے تھے کہ آپ نے کیا کیا کرنا ہے۔ اگر فخرالدین جی ابراہیم یہ سچ قوم سے بول دیں تو ٹھیک ہے، بہت سے چہروں سے نقاب اتر جائیں گے لیکن فخرالدین جی ابراہیم کی عزت بحال ہوجائے گی، ان کی ساکھ بحال ہوجائے گی اور کم از کم اس پارلیمنٹ نے جو امیدیں باندھی تھیں وہ پوری ہوں گی کہ ہم الیکشن کمیشن کو اختیارات دیتے ہیں، ہم ان کو اس جگہ بٹھاتے ہیں کہ اس ملک میں الیکشن میں کوئی دھاندلی نہ کرسکے اور کوئی اپنی مرضی کے نتائج نہ لاسکے۔ آج جو ہم اپنے ان کاموں پر شرمندہ ہورہے ہیں، اپنے ان گناہوں پر ہم اللہ سے معافیاں مانگ رہے ہیں، شاید ہم بھی سرخرو ہوجائیں کہ آدمی تو صحیح بٹھایا تھا، مجبور ہوگیا تھا لیکن آج ملک کے سامنے سچ بول رہا ہے، اس نے لوگوں کے چہروں سے نقاب اتار دیے ہیں۔ اگر فخرالدین جی ابراہیم نے ایسا نہ کیا تو ان کی تو جو عزت ہونی ہے سو ہو گئی، یہ نقاب پھر بھی اتریں گے۔ یہ چہرے نقاب اترنے کے بعد لوگوں کے سامنے آئیں گے۔

میں ایک بات آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں۔ ہماری پچھلی حکومت کے بعد جب الیکشن کا معاملہ شروع ہوا تو ایک بات آئی کہ ججز کو Returning Officers لگنا چاہیے کیونکہ وہ بڑے پارسا ہیں، ماضی کے سارے الیکشن تو کسی اور نے کرائے تھے تو اب ججوں سے کراؤ۔ آپ کو پتا ہے کہ وہ order کس نے کیا تھا، وہ request چیف جسٹس کو کس نے بھیجی تھی؟ وہ request فخرالدین جی ابراہیم نے نہیں بھیجی۔ تصدق جیلانی صاحب ایک دن کے لیے چیف الیکشن کمشنر بن کر آئے تھے، انہوں نے افتخار محمد چوہدری کو لکھا کہ آپ اپنی ان پابندیوں میں نرمی کریں۔ اب مجھے بتائیے کہ تصدق حسین جیلانی صاحب کہاں سے آئے تھے؟ کیا ایک دن کے لیے آئے ہوئے چیف الیکشن کمشنر کے پاس یہ اختیار ہے کہ وہ policy decision لے؟ یہ فیصلہ permanent Election Commission کو کرنا چاہیے تھا۔ میرے ذہن میں خدشہ اور یہ شکوک ہیں کہ شاید افتخار محمد چوہدری نے کہا کہ جناب! ادھر ایک دن کے لیے جارہے ہو تو پہلے یہ خط بھیجو تاکہ میں اپنے ججز کو الیکشن میں بٹھاؤں اور اپنی مرضی کے نتائج ان سے لوں۔ الیکشن کے نام پر یہ سارے ٹوپی ڈرامے ہوئے ہیں جبکہ صدارتی الیکشن کے نام پر بھی یہی کچھ ہورہا ہے۔

جناب! مجھے ایک بات بتائیے۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کورٹ میں چلی گئی کہ جناب! ہمارے لوگ نہیں ہوں گے، ان کی بات سن لی گئی کہ پچیس تیس لوگ آپ کے ووٹ نہیں دے سکیں گے اس لیے آپ 30 کو دے دو۔ جناب! جس دن 16 جولائی کو schedule announce ہوا، مجھ سمیت ہمارے تمام لوگوں کو پارٹی کی طرف سے instructions آگئیں کہ 6 اگست کو اسلام آباد میں رہنا ہے، 6 اگست کو آپ نے سندھ اسمبلی میں رہنا ہے اور کہیں نہیں جانا۔ ہم نے 6 اگست کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے plan بنا لیے۔ ان کے plan خراب ہو رہے تھے تو سپریم کورٹ نے سن لیا لیکن اگر ہمارے plan خراب ہو رہے ہیں تو ہم کس کو جا کر سنائیں کہ ہم نے جو اپنا schedule بنایا تھا کہ 6 کو یہاں ہونا ہے، اس سے پہلے پہلے اپنے کام کرو، اب ہمارا سارا schedule تو disturb ہو گیا۔ کیا یہ عدالتیں صرف مسلم لیگ کے لوگوں کو سننے کے لیے بنی ہیں؟ پیپلز پارٹی کے لوگوں کو مارنے کے لیے بنی ہیں؟ پیپلز پارٹی کے ساتھ ظلم کرنے کے لیے بنی ہیں؟

جناب چیئرمین! مجھے ابھی مشاہد اللہ صاحب کہہ رہے تھے کہ مجھے مروائیں گے۔ اس ملک میں جب فوجی آمر آتے ہیں، وہ پھانسیاں بھی لگاتے ہیں، وہ کوڑے بھی لگاتے ہیں، وہ جیلوں میں بھی ڈالتے ہیں، وہ سب کچھ کرتے ہیں لیکن ہم جیسے پاگل ان سے بھی نہیں ڈرے تو کیا ہم ان عدالتی آمروں سے ڈریں گے؟ Contempt notice کے خوف سے ہماری زبان بندی نہیں ہو سکتی۔ ہم سچ بولنا نہیں چھوڑ سکتے اس لیے کہ وہ بلائے گا اور مجھے disqualify کردے گا۔ میں لعنت بھیجوں گا ایسی چیز پر جو مجھے سچ بولنے سے روکے۔ ہم سچ بولیں گے اور ان چہروں سے نقاب اتاریں گے اور یہ جو ملی بھگت والا ٹوپی ڈراما چل رہا ہے، اسے بے نقاب کریں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ظفر علی شاہ صاحب! حالانکہ میں آپ کو out of turn موقع دے رہا ہوں، یہ بات please یاد رکھیے۔ اس سے پہلے میں ایک بات clear کردینا چاہتا ہوں۔ جب ہماری ہاؤس بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ ہوئی تو ساڑھے تین بجے ہم سب وہاں موجود تھے لیکن چونکہ پرائم منسٹر صاحب تشریف لائے تھے، ایک میٹنگ تھی آپ کی جماعت کی تو اس وجہ سے ہم ایک گھنٹہ راجا صاحب کا انتظار کرتے رہے۔ اسی وجہ سے تھوڑی سی تاخیر ہو گئی ورنہ یہ مسئلہ پیدا ہی نہ ہوتا۔ ظفر علی شاہ صاحب۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: بہت شکریہ جنابِ چیئرمین۔ پاکستان کی جمہوری تاریخ نے آج پھر ایک نیا turn لیا ہے۔ پتا نہیں کون دیدہ دانستہ یا پھر غیر دیدہ دانستہ جمہوریت کی دیواروں کو گرانا چاہتا ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! یہ بات نہیں چلے گی۔ کوئی شخص نہیں بول سکے گا اگر میرے بولنے میں کسی نے گڑبڑ کی تو۔ یہ کیا طریقہ ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: ظفر علی شاہ صاحب کی باتیں ذرا آرام سے سنیں۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! میں اپنی تقریر بعد میں کروں گا پہلے سعید صاحب کی بات کا جواب دوں گا۔ لیڈر آف دی ہاؤس نے objection کیا جو constitutional objection ہے اور جس پر آپ نے کوئی ruling نہیں دی، غالباً with due respect of the Chairman کہ وہ آپ کے سر سے گزر گیا کہ آئین کا آرٹیکل 66 اور 68 کیا کہتا ہے۔ اس کے بارے میں جناب محترم سعید صاحب نے یہ کہا کہ کیا کل کوئی عدالت ہمیں یہ کہے کہ کوئی وردی والا الیکشن لڑے تو ہم وہ بات مان لیں۔ جناب سعید صاحب! اپنی پارٹی سے جا کر پوچھیں کہ آپ نے یہ واقعہ مانا ہے چیف جسٹس جناب ڈوگر صاحب نے جنرل مشرف کو وردی میں الیکشن لڑنے کی اجازت دی اور آپ نے اس الیکشن کو facilitate کیا، آپ نے اس الیکشن کو support کیا۔ اس وقت آپ کہاں تھے، آپ نے چیف جسٹس ڈوگر صاحب کے خلاف کیوں بات نہیں کی؟ آپ ہمیں بتا رہے ہیں کیا ہم deaf and dumb ہیں؟ ہمیں تاریخ کا پتا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! اب آگے آئیں۔ انہوں نے ایک اور بات بھی کی کہ فوجی آمر کا بنا ہوا dual nationality کا قانون۔ محترم! آپ اپنے کسی senior لیڈر سے جا کر پوچھیں یہ فوجی آمر کا بنا ہوا نہیں ہے، یہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کا بنایا ہوا قانون ہے اور ٹھیک بنا ہوا ہے۔ جناب چیئرمین! اگر یہ طریقہ رہا تو میں حلفاً کہتا ہوں کہ کوئی شخص نہیں بول سکے گا، یہ کیا طریقہ ہے۔ یہاں بڑے بڑے senior لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، اب آپ برداشت کریں اور سنیں۔

(مداخلت)

Mr. Acting Chairman: Chandio *Sahib*, please do not

disturb. اگر آپ نے کچھ کہنا ہے تو اس کے بعد جواب دے دیجیے گا۔ شاہ صاحب، آپ بھی تو اس طرف منہ کر کے بات کر رہے ہیں۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! اگر کوئی مجھے disturb کرے گا تو پھر میں کروں گا۔ آپ اپنے ایوان کو control کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ بات کریں، میں نے سب کو کہا ہے۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! آج بات کہاں سے چھڑی، جب میرے نہایت ہی قابل احترام دوست، بھائی، ہم ایک ہی برادری کے لوگ ہیں، جناب رضا ربانی صاحب، میرے لیے بہت ہی قابل احترام ہیں، وہ ملک کے صدر ہوں تب بھی قابل احترام ہیں اور اگر نہ ہوں تب بھی قابل احترام ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: چانڈیو صاحب! آپ کیا کر رہے ہیں، آپ کو کوئی بیماری ہے، روزہ رکھا ہے یا نہیں رکھا۔ جناب چیئرمین! میں دوبارہ repeat کروں گا کہ رضا ربانی صاحب میرے لیے قابل احترام ہیں اور میرے لیڈر ہیں۔ ان کا چونکہ سیاسی برادری سے تعلق ہے۔ آج پاکستان پیپلز پارٹی نے رضا ربانی صاحب کو امیدوار بنا کر ایک نیا کھیل کھیلا۔ جناب والا! پاکستان پیپلز پارٹی اس وقت کہاں تھی جب مکمل طور پر پورے ملک میں اکثریت میں تھی، اس وقت یہی رضا ربانی صاحب تھے جنہیں وہ اس ملک کا نائب صدر بنانے کے لیے تیار نہیں تھی، یعنی اس ایوان کا چیئرمین بنانے کے لیے تیار نہیں تھی اور آج ملک کا صدر بنا رہی ہے۔ یہ اٹھکھیلیاں کسی اور کو دکھائیں ہمیں نہ دکھائیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شاہ صاحب! یہ اسی طرح ہے کہ آج میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ آپ کو بھی ٹکٹ نہیں دے رہے۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب والا! جہنم میں جائے ٹکٹ۔ میں آپ کو بتا دوں کہ میں اور رضا ربانی اس قسم کے ٹکٹوں سے مبرّا ہیں، ہم ٹکٹوں والی سیاست نہیں کرتے، ہم اور سیاست کرتے ہیں۔ میرے دوسرے نہایت ہی قابل احترام بھائی، ہمارا ایک ہی برادری سے تعلق ہے اور انہوں نے یہاں بہت زبردست argument پڑھا اور میں کہتا ہوں کہ درست پڑھا ہے۔ اس میں بہت وزن بھی ہے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے پاکستان پیپلز پارٹی اور ان کی leadership سے یہ پوچھتا

ہوں کہ اگر ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے چالیس سال پرانے case جس کے بارے میں، میں بھی کہتا ہوں کہ وہ غلط تھا جس کے نتیجے میں انہیں پھانسی دی گئی تھی، ان کے مقدمے کے review کے لیے تو جا سکتے ہیں لیکن رضا ربانی صاحب کے لیے الیکشن میں ایک دن، ایک گھنٹے کی بات تھی، اس میں review میں نہیں جاسکتے تھے۔ کیوں؟ یہ بتائیں تو سہی۔ یہ کوئی غیر قانونی یا غیر آئینی بات ہے؟ ان کی بات درست ہو گی۔ جناب والا! آج state کا پورے کا پورا structure تباہ ہوتا نظر آرہا ہے۔ ایک ہی سانس میں، ایک ہی پتھر میں یہ پاکستان کے پورے کے پورے structure کو target کر رہے ہیں۔ ان کی نظر میں Election Commission of Pakistan بھی گناہگار، Supreme Court of Pakistan بھی گناہگار، پاکستان کی موجودہ political power بھی گناہگار، یہ پارلیمنٹ بھی گناہگار تو پھر ان سب کو چھٹی دے دیتے ہیں اور اس ملک میں انارکی پیدا کر دیتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ عدالتیں غلط فیصلے نہیں کرتیں، وہ غلط بھی کرتی ہیں۔ اعتزاز احسن صاحب سے بڑا وکیل کون ہے؟

(مداخلت)

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب والا! فوجی کے آپ دوست ہیں، آپ نے NRO کے بدلے پوری کی پوری پارلیمنٹ بیچ دی، NRO کے بدلے آپ نے چیف جسٹس کا فیصلہ بیچ دیا۔ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کیا ہمیں نہیں پتا؟

جناب قائم مقام چیئرمین: شاہ صاحب! آپ وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! جمہوریت جس کا credit پاکستان پیپلز پارٹی لیتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ وہ درست لیتی ہے، آج جمہوریت ایک راستے پر چلی ہے، یہ بار بار credit لیتے ہیں، دن میں سانس لینے سے بھی زیادہ credit لیتے ہیں کہ جناب ہم چیمپئن ہیں۔ Transfer of power from one person to another, from one civilian to another. جناب والا! آج کا یہ الیکشن بھی، یہ مت کہیں کہ صدارتی الیکشن ناکارہ الیکشن ہے، یہ پارلیمانی نظام کا ایک حصہ ہے، luckily or unluckily وہ دفتر کس نے خالی کرنا ہے؟ وہ پاکستان پیپلز پارٹی کی ایک شخصیت نے، وہ دفتر صدر محترم جناب زرداری صاحب نے خالی کرنا ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ بات جاری رکھیں۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! اس لیے آج اس سٹیج پر پاکستان پیپلز پارٹی جیسی بڑی جماعت کے بارے میں بچہ بچہ گلی گلی میں یہ کہہ رہا ہے۔ ہماری جدوجہد بھی مان لیں، ان کی جدوجہد شاید پاکستان کی دیگر جماعتوں سے زیادہ ہوگی، اس جدوجہد کا نتیجہ یہ ہے کہ جب آپ اپنے جمہوری راستے پر چلتے ہیں تو آپ خود اپنے عمل سے اسے سبوتاژ کرتے ہیں، اسے کمزور کرتے ہیں اور dispute پیدا کرتے ہیں، جمہوریت کے لیے آپ کی یہ خدمت ہے؟ جناب والا! بہت کچھ کہا جاسکتا تھا لیکن چونکہ آپ نے ساڑھے چھ بجے تک کی پابندی لگائی ہوئی ہے۔ میں پاکستان پیپلز پارٹی کو دوبارہ کہتا ہوں، انہیں ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی شہادت کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ خدارا! اس طرح ایک پتھر سے پاکستان کے democratic structure کو تباہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ آپ یہ مت سمجھیں کہ اگر اس سے کوئی گزند پہنچا تو صرف پاکستان مسلم لیگ کی حکومت کو پہنچے گا، وہ پاکستان پیپلز پارٹی کو بھی پہنچے گا۔ اس لیے میری استدعا ہے کہ وہ اپنے اس ڈرامے میں اپنا ہاتھ ہلکا رکھے اور پاکستان کے جمہوری process کو جاری رہنے دے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ جناب شاہی سید صاحب۔

سینیٹر شاہی سید: شکریہ، جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے اس ایوان میں پاکستان پیپلز پارٹی کے سینیئر رہنما مخدوم امین صاحب کو خوش آمدید کہتا ہوں، سندھ سے سومرو صاحب اور دوسرے جو لوگ آئے ہیں، میں انہیں بھی خوش آمدید کہتا ہوں۔ آج کے اس اجلاس کا کوئی اچھا message نہیں جا رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ ہوا، آئین کے مطابق جو تیس یا ساٹھ دن تھے کیونکہ رمضان المبارک، ستائیسویں شب، اعتکاف اور جمعہ ہم سب کے لیے قابل احترام ہیں، یہ الیکشن کمیشن کی ذمہ داری تھی کہ وہ یہ سب دیکھتے اور ان ساٹھ دنوں کے اندر یہ ساری چیزیں کرتے تو یہ نوبت نہ آتی لیکن الیکشن کمیشن کے بارے میں میں آپ کو کیا کہوں کہ اس کے ہوتے ہوئے حکیم اللہ محسود announce کرتا ہے کہ تین پارٹیاں الیکشن میں campaign نہیں کر سکیں گی اور تین پارٹیاں campaign کریں گی، وہ اندھا بھی تھا اور بہرہ بھی تھا۔ اس نے ہمیں کوئی support بھی نہیں دی، الیکشن والے دن ہم پر دھماکے کیے گئے، اس کے باوجود لوگ ہماری کارکردگی پر اعتراض کرتے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ ہماری کارکردگی اچھی نہیں تھی تو پھر آپ مارتے کیوں جا رہے ہیں، ہمیں وہی میدان دیا جائے جو آپ نے دوسری پارٹیوں کو دیا ہے تاکہ پھر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ اس وقت میں اپوزیشن اور

حکومت دونوں سے یہی درخواست کروں گا اور مجھے لگتا ہے کہ یہ game نہ الیکشن کمیشن کی ہے، نہ Chief Justice of Pakistan کی ہے نہ وہ بارہ مئی جس میں ہم نے اڑتالیس لوگوں کی لاشیں دی تھیں، چیف جسٹس اس پر *suo motu* action نہیں لے رہا اور جمعے، اتوار، اعتکاف، رمضان پر تو *suo motu* action لے رہے ہیں، وہ اڑتالیس لوگ جو مر گئے اور اڑھائی سو زخمی لوگ جو ان کے لیے شہید اور زخمی ہوئے، وہ تقاضا کرتے ہیں کہ کب ہمیں پوچھیں گے؟

میں اس وقت صرف ایک اشارہ یہ دوں گا کہ اس وقت جو بھی game ہو رہی ہے وہ غلط ہے اور یہ جمہوریت کے خلاف ہے، مذہب کے خلاف ہے اور ہم سیاستدانوں کے بھی خلاف ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے اور میں حکومتی اداروں سے کہہ رہا ہوں کہ وہ حکومتی مزوں کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کو بھی ٹارگٹ کرے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بڑی مہربانی، جی اعتزاز صاحب، آپ نے کچھ کہنا ہے؟

(مداخلت)

Mr. Acting Chairman: Aitzaz *Sahib*, please take the floor.

سینیٹر اعتزاز احسن: جناب چیئرمین، ایک گزارش ہے کہ آپ نے قائد ایوان کو بولنے کی دعوت دی۔ اس سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ ہمارے بہت سارے ممبران ابھی بولنا چاہتے ہیں، ان کو موقع دیا جائے اور ابھی میں نے بھی تقریر کرنی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ تو ٹھیک ہے جی میں تو خود اس چیز کو محسوس کر رہا ہوں۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ ہماری ہاؤس کمیٹی کا ساڑھے تین بجے کا وقت تھا اور میں نے آپ کو پہلے بتایا ہے کہ ہم ایک گھنٹہ لیٹ ہوگئے تھے۔ اگر آپ راجہ صاحب کے ساتھ بات کرکے اس بات پر راضی ہوجائیں تو ہم افطاری کے بعد ہاؤس جاری رکھ لیں گے۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے کیونکہ ہمارے سیکرٹریٹ کے نوسو ملازمین نے بھی اپنے گھروں کو جانا ہے افطاری سے پہلے۔ جی میر صاحب۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: بات یہ ہے کہ Advisory Committee میں ایک چیز طے ہوئی ہے جس میں رضا ربانی صاحب اور چوہدری اعتزاز احسن صاحب بھی تھے۔ ہم نے آپ سے پوچھا---

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ ایک گھنٹہ لیٹ آئے۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: ہم نے آپ سے پوچھا اور آپ نے بھی پوچھا کہ کیا پروگرام ہے۔ یہ چیز آپ نے ہی suggest کی، رضا صاحب اور سب کی موجودگی میں کہ اتنے employees ہیں جن کی افطاری کا یہاں بندوبست نہیں ہوسکتا۔ اس وجہ سے فلاں فلاں لوگ بولیں گے اور چھ بجے تک ہم ختم کریں گے۔ وہاں پر کسی نے اعتراض نہیں کیا حالانکہ وہاں Advisory Committee میں آپ کے بڑے سینیئر لوگ بیٹھے ہوئے تھے جن میں سے کسی نے یہ بات نہیں کی کہ ہمارے زیادہ ممبران بولیں گے۔ جب آپ اپنا فیصلہ خود violate کریں گے تو اس میں ہمارا تو قصور نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، violation کی بات نہیں ہے۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اب تو ہمارے پاس کوئی option رہا نہیں ہے۔ دیکھیں یہ صرف اس ہاؤس کے ممبران کی بات نہیں ہے۔ یہاں پر سیکرٹریٹ کے نوسو ملازمین ہیں جنہوں نے اپنے گھروں میں جانا ہے جو یہاں پر stuck ہیں۔ اب میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے سوائے صرف ایک چیز کے کہ The questions, Motions, Resolutions Under Rule 218 notices of which were received for the current session will not lapse and are carried forward for the next session. I will now read out the prorogation order received from the President:

> "In exercise of the powers conferred by Article 54 (1) of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I hereby prorogue the Senate Session on the conclusion of its business on 29th July, 2013."

Sd/
(Asif Ali Zardari)
President,
Islamic Republic of Pakistan

[The House was then prorogued sine die.]